جدید سود اور قمار

مروجہ بیمہ اسکیم اور شرعی تعاقب

مولانا مفتی عظمت اللہ بنوی
مفتی ومدرس جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان (بنوں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایھا الذین امنو کلوا من طیّبات مارزقنکم واشکروا للّٰہ ان کنتم ایاہ تعبدون انما حرم علیکم المیتة ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللّٰہ فمن اضطرغیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللّٰہ غفور رحیم (البقرة ۲:۱۷۲،۱۷۳)

ترجمہ: اے ایمان والوں جو پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں۔ ان میں سے کھاؤ اور حق تعالیٰ شانہ کی شکرگزاری کرو اگر تم خاص ان کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور ایسے جانوروں کو جو غیر اللہ کے نام نامزد کیا گیا ہو پھر بھی جو شخص بے تاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا۔ واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم۔ (بیان القران للتھانوی)

انسانی معیشت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک بڑا اصول یہ ہے کہ مال حرام کو چھوڑ کر مال حلال کو طلب کیا جائے رزق حلال ہی کیلئے محنت اور کوشش کی جائے کیونکہ جس طرح مالِ حلال کا کھانا فرض ہے رزق حلال کا طلب کرنا اور اس کیلئے محنت کرنا بھی فرض ہے اس عقیدے سے کہ دینے والا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے بندے کا کام اس کیلئے کوشش کرنا ہے ایک حدیث میں کسب حلال کی محنت جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ایک عبادت قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے عیال کی پرورش حلال مال سے کرے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔

جس کا مطلب یہ ہوا جہاد میں کامیاب ہوا تو جہاد کا ثواب اور مالِ غنیمت بھی اور ناکام ہوا تو جہاد فی سبیل اللہ کا اجر اور اللہ کی رضامندی تو ہے ہی اور اگر شہید ہوا تو شہادت کا درجہ بھی۔

اس طرح ایک کسب حلال کرنے والا اگر اس نیت سے محنت ومزدوری کرتا ہے کہ رزقِ حلال کما کر اللہ کی عبادت کرے گا دوسرے کی عبادت کا سبب بنے گا تو اس کی محنت ومزدوری کا ثواب اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اس کے ساتھ یہ بھی نیت ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حلال مال ضرورت سے زیادہ دے دیا تو اعلاء کلمة اللہ کیلئے خرچ کریگا دین اسلام اور مخلوقِ خدا کی خدامت کریگا۔ اسلئے اسلام کے معاشی نقطۂ نظر میں کسب مال بذات خود مقصود نہیں بلکہ حصول مقصد کا ذریعہ ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی معاشیات اور مغربی طرز کے معاشیات کے اغراض ومقاصد میں بہت بڑا فرق ہے۔ مغربی طرز معاش کا مقصد اپنی تن آسانی اور جسمانی آرام راحت وسکون

اس سے زیادہ کچھ نہیں جبکہ اسلام کا تصور مال کے قیام میں مال بقائے زندگی کیلئے ہیں اور بقائے زندگی عبادت کیلئے ہے۔
اس وجہ سے مغربی طرز کے معاشیات کو اگر خالص حیوانی معاش کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ دوسرے حیوانات کے طلب اکل وشرب کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاوے کہ اپنے پیٹ بھرنے کا خیال ہو دوسرا کوئی غرض نہ ہو بہر حال میں عصر حاضر میں چند سنجیدہ حضرات نے بیمہ زندگی اسکیم شروع کی ہے اور دن رات اس میں اپنی قوت اس غیر شرعی کاروبار میں صرف کر رہے ہیں حالانکہ ان حضرات کو یہ نہیں معلوم کہ اہل مغرب کی طرف سے حرام میں مبتلاء کرنے کے لئے سوچی سمجھی اسکیم ہے۔
آیئے ذرا تاریخی پس منظر دیکھ لیں:

بیمۂ زندگی کا تاریخی پس منظر:

کہا جاتا ہے کہ بیمہ کی ابتداء اٹلی کے تاجرانِ اسلحہ سے ہوئی ان لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ بعض تاجران کا مال تجارت سمندر میں ضائع ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ انتہائی تنگدستی کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں اس صورت حال کا حل یہ نکالا گیا کہ اگر کسی شخص کا مالِ تجارت سمندر میں ضائع ہو جائے تو تمام تاجر مل کر اس کی معاونت کے طور پر اس کو ہر ماہ یا ہر سال ایک معین رقم ادا کیا کریں یہی تحریک ترقی کر کے جہازوں کے بیمہ تک پہنچی کہ ہر ایک ممبر ایک مقررہ رقم ادا کرے تا کہ اس قسم کے حادثات وخطرات کے مواقع پر نقصان کا کچھ تدارک کیا جا سکے یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ سب سے پہلے اندلس کی مسلم حکومت کے دور میں بحری تجارت میں حصہ لینے والے مسلمانوں نے تجارتی بیمہ کی طرح ایک چیز شروع کر ڈالی تھی۔ ابتداء میں بیمہ کی شکل سادہ سی تھی بعد میں اس کی نئی نئی صورتیں نکلتی رہیں اور تجربے ہوتے رہے ہالینڈ اس تجربے میں پیش پیش رہا موجودہ دور میں ایک مقررہ قسط پر بیمہ کاری کا نظام سب سے زیادہ مقبول ہے جس کو سرمایہ کارانہ نظام بیمہ کہا جاتا ہے۔ اب دنیا کی حکومتیں بیمہ کو لازمی قرار دے رہی ہیں جس کو ریاستی بیمہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے بیمہ کی ابتداء ۱۴۰۰ء میں بتلائی جاتی ہے ابتداء ہوتے ہی اس کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا اور اس کے مقدمات اس کثرت سے عدالتوں میں آنے لگے کہ ۱۵۳۵ء میں اس کیلئے خاص عدالتیں مقرر کی گئیں جو صرف بیمہ کے مقدمات سماعت کریں۔ بیمہ بحری کے بہت عرصہ بعد بیمہ برّی شروع ہوا سلطنت آل عثمان کے زمانہ میں جب حکومت ترکی کے تجارتی تعلقات یورپ کے ملکوں سے قائم ہوئے تو یورپین تاجروں کے توسط سے بیمہ اسلامی ملکوں میں داخل ہوا اور اس کے بارے میں علمائے وقت سے استفسارات شروع ہوئے چنانچہ تیرہویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ علامہ ابن عابدین رد المختار میں فرماتے ہیں۔

ولما قرّرناه يظهر جواب ما كثر السوال عنه في زماننا وهو انّه. جرت العادة ان التجار اذا استاجروا مركبا من حربي يدفعون له اجرته ويد فعون ايضاً مالاً معلوماً لرجل حربي مقيم في بلاده يسمي ذالك المال سوكرة على انه هما هلك من المال الذي في المركب بحرق، اوغرق او نهب او غيره فذالك الرجل ضامن له بمقابلة مايا خذه منهم وله وكيل عنه مستأمن في دارنا يقيم في بلاد السوا حل السلامية باذن السّلطان يقبض

من التجار مال السوکرة وإذا ھلك من مالھم فی البحر شئ یؤدی ذلك المستأمن مطلب فیما یفعل التجار من دفع مایسمی. سوکرة ج:۴ ص:۱۷۰

بیمہ اسکیم قرآن وسنت کی رو سے:

(جواب) زندگی کے بیمہ کا معاملہ کسی بھی نیت سے ومصلحت سے ہونا جائز ہے اس میں قمار (جوابازی) اور سود دونوں قسم کے گناہ ہیں اور گناہ بھی بڑے سنگین گناہ ہیں حدیث میں ہے۔

قال لعن رسول اللہ ﷺ کل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال وھم سواء .(رواہ مسلم عن جابرؓ مشکوٰۃ ص:۲۴۴ باب الربوا) دوسری حدیث میں ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال رسول اللہ ﷺ الربوا سبعون جزءً ایسرھا ان ینکح الرجل امّه. (مشکوۃ ص ۲۴۶ باب الربوا) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا سودی معاملہ کرنے والے کو ستر (۷۰) قسم کے گناہ لاحق ہوتے ہیں جن ادنیٰ درجہ کا گناہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے نیز حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ سے روایت ہے کہ۔قال رسول اللہ ﷺ درھم ربوٰ یأکله الرجل وھو یعلم اشد من ستة وثلثین زنیة الخ (مشکوٰۃ ص ۲۴۶ باب الربوا) ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا سود کے ایک درھم (ساڑے تین ماشہ چاندی) کا کھانا اپنے خرچ میں لانا اللہ تعالیٰ کے یہاں چھتیس مرتبہ زنا سے زیادہ سخت ہے جس مسلمان کے دل میں حضور ﷺ کے فرمان مبارک کی عظمت ووقعت ہو وہ کبھی بھی سودی معاملہ کرنے کی جرأت نہ کرے گا اسی لئے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ دس حلال اشیاء میں سے صرف وہ چیز لو جو سود کے شک وشبہ سے بالکل پاک ہو اور باقی کو چھوڑ دو۔فدعوا الربوا والریبة (مشکوٰۃ ص ۲۴۴ باب الربوا)

حضور ﷺ کی پیشن گوئی ہے:لیأتین علی الناس زمان لایبقٰی احد إلاّ اٰکل الربوا فان لم یا کله اصابه من بخاره یروی عن عبادۃ عن ابی ھریرۃؓ (مشکوٰہ ص:۴۴۵) ترجمہ: لوگوں پر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ کوئی آدمی بھی سود سے نہ بچے گا اور اگر ظاہر سود نہیں لے گا تو اس کا دھواں اس کو ضرور لگے گا اگر اصل رقم جو ادا کر چکے ہیں اس کو لینے کی اور سود چھوڑ دینے کی نیت سے بیمہ کیا تب بھی اجازت نہیں کیونکہ اس میں حرام کاروبار میں شرکت ہوتی ہے اور اس کو ترقی دینے کے لئے امداد اعانت ہوتی ہے۔حالانکہ ارشاد خداوندی ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان. (ترجمہ) گناہ اور زیادتی کاموں میں ایک دوسرے کی مددمت کرو اور خدا سے ڈرتے رہو بے شک اللہ پاک سخت عذاب دینے والا ہے۔ (سورۃ مائدہ)

تجویز مجلس تحقیقاتِ شرعیہ لکھنؤ:

مجلس تحقیقات شرعیہ نے اپنے اجتماع مورخہ ۱۵،۱۶ دسمبر 1995ء میں انشورنس کے مسئلہ پر غور کر کے اس فیصلہ پر متفق ہونے کہ بیمہ

چاہے کسی صورت کا بھی ہونا جائز اور حرام ہے کیونکہ اس میں سود اور قمار ہے لیکن اگر کہیں یعنی غیر مسلم ممالک میں ایسی ضرورت شدیدہ واقع ہو جائے کہ جس کے بغیر جان، مال کی حفاظت ممکن نہ ہو تو وہاں اس کی گنجائش ہے بیمہ کی حقیقت کے سلسلہ میں حضرات مفتیان کرام اس بات پر متفق ہیں کہ وہ سود اور قمار کا مجموعہ ہے اور ان دونوں کی حرمت منصوصی ہے اس لئے عام حالات میں اس کا اختیار کرنا ناجائز اور حرام ہے اور اس کی حقیقت مذکورہ کے پیش نظر بیمہ کمپنی کے سرکاری یا غیر سرکاری ہونے میں کوئی فرق نہیں۔

البتہ ہمارے ملک (ہندوستان) میں جو حالات درپیش ہیں خصوصا ماضی قریب سے جو صورتِ حال پیدا ہوئی ہے کہ مسلمانوں کے استحصال کی باقاعدہ اسکیس تیار کی جارہی ہیں اور ان پر منظم طریقہ سے عمل ہو رہا ہے جس میں سرکاری مشنری بھی پورے طور پر شامل ہے جس کے نتیجے میں مسلمان اپنے طور پر اگر اپنے جان و مال کی حفاظت کرنا چاہیں تو بھی اس کی اجازت نہیں دی جاتی ان حالات میں اگر مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت اور ان کی جان و مال کو پہنچائے جانے والے نقصان کی وصولی یابی کی یہی صورت رہ جاتی ہے کہ وہ بیمہ کرائیں تو ان حالات میں فساد زمانہ کے پیش نظر اس کی گنجائش ہوگی۔ (جدید فقہی مباحث ج:۴ص:۲۴۰)

ملاحظہ ہو دیگر اکابرین کی رائے واضح رہے کہ یہ رائے ہندوستان کے موجودہ حالات کے مطابق پیش کی گئی ہے مفتی نظام الدین صاحب تحریر فرماتے ہے۔

بیمہ میں چونکہ عموماً قمار اور ربوا ہوتا ہے اس لئے ناجائز ہے البتہ اگر کسی ملک یا خطہ کی بدحالی ایسی ہو جائے کہ بغیر اس بیمہ کے جان و مال کا تحفظ متعذر ہو جائے یا قانونی مجبوری ہو جائے تو اس اضطراری کیفیت کی وجہ سے اپنے تحفظ کیلئے بقدر ضرورت استعمال کی گنجائش ہو جائے گی پھر اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ اگر اپنی جمع کی ہوئی رقم سے زائد رقم ملے اس کو خود کسی کام میں نہ لائے بلکہ اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے غرباء و مساکین کو دے دیں۔ (نظام الفتاوی ج:۱ص:۱۹۲)

اور دوسری جگہ میں فرماتے ہیں۔

لائف انشورنس خواہ کسی قسم کا ہو اس میں سود (ربوا) تو ضروری ہی ہوگا اور اکثر میں قمار بھی ہوگا اور سود و قمار دونوں شریعت مطہرہ میں حرام و ناجائز ہیں اس لئے لائف انشورنس کو جائز نہیں کہا جاسکتا البتہ شدید مجبوری کی بات دوسری ہے مثلاً کسی مقام کے حالات ایسے خراب ہو جائیں کہ بغیر انشورنس کے جان و مال کی حفاظت مشکل ہو جائے یا مثلاً ملازمت نہ ملے یا ملازمت برقرار نہ رہے اور بغیر ملازمت کے گزارہ مشکل ہو یا معاشرہ قائم نہ رہے تو بوجہ مجبوری کے محض مجبوری کے بقدر گنجائش نکل سکتی ہے مگر شرط یہ ہوگی کہ جمع کی ہوئی رقم سے زائد رقم سود کے نام سے جو ملے اس کو ثواب کی نیت کے بغیر بلکہ اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے محتاج غرباء و مساکین کو دیدے اور استغفار و دعا کا معمول رکھا جائے۔ نظام الفتاوی ج ۲۸۸۔

زندگی کا بیمہ کرانا کیسا ہے؟

زندگی کے بیمہ کا معاملہ کسی بھی نیت و مصلحت سے ہو ناجائز اور حرام ہے کیونکہ کسی بھی بیمہ سے متعلق بنیادی طور پر علمائے امت نے دو

چیزیں ضرور لازم قرار دی ہیں۔اور وہ دونوں چیزیں ہر قسم کے بیمہ میں ضرور پائی جاتی ہیں چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحیم لاجپوریؒ فتاویٰ رحمیہ میں تحریر فرماتے ہے۔

''بیمہ کا معاملہ کسی بھی نیت و مصلحت سے ہو ناجائز ہے۔اس میں قمار (جوابازی) اور سود دونوں قسم کے گناہ ہیں اور گناہ بھی بڑے سنگین گناہ ہیں حدیث شریف میں ہے (فتاویٰ رحیمیہ جلد نہم ص ۲۴۱)

قال لعن رسول الله ﷺ اکل الربوا موکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء (رواه مسلم) عن جابرؓ (مشکوة المصابیح ص ۲۴۴ باب الربوا)

دوسری خدیث میں ہے۔

عن ابی هریرةؓ قال رسول الله وسلم الربوا سبعون جزء اًایسرها ان اینکح الرجل امه (مشکوة المصابیح ص ۲۴۶ باب الربوا)

ترجمہ:انحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سودی معاملہ کرنے والا ستر گناہوں میں ملوث ہوجاتا ہے جن میں سے ادنیٰ درجہ کا گناہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے اور بیمہ زندگی کے متعلق حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ جو دارالعلوم دیوبند کے رئیس مفتی تھے۔تحریر فرماتے ہیں.

''بیمہ کی اصل اور حقیقت تو قمار اور ربوا پر مشتمل ہے جو کہ حرام ہے۔'' (کفایت اللہ مفتی جلد ۸ ص ۸۵)

موصوف نے صرف دارالحرب (ممالک کفریہ) میں کچھ گنجائش دی ہے۔مگر مسلم ممالک میں تمام علماء کا بالاتفاق فتویٰ یہ ہے۔کہ بیمہ میں چونکہ قمار اور سود دونوں داخل ہے اس لئے حرام ہے۔

ایک جگہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رقمطراز ہے۔کہ بیمہ بغیر منافع بھی ہو تب بھی قمار (جوابازی) سے خالی نہیں (کفایت المفتی ج:۸ ص:۸۸)

مروجہ بیمہ کے متعلق ڈاکٹر مولانا مفتی عبدالواحد صاحب مسائل بہشتی زیور میں تحریر فرماتے ہیں مروجہ بیمہ کی تمام شکلیں حرام اور ناجائز ہیں بیمہ کمپنی والے بیمہ کی حمایت میں جو فتوے دکھاتے ہیں وہ ناقابل اعتبار ہیں کیونکہ یا تو ان میں کتر بیونت کی گئی ہے یا قوی شرعی دلائل ان کے خلاف ہیں۔جہاں کہیں حکومتی مجبوری سے انشورنس کرانی پڑے تو کم سے کم مقدار جس کی اجازت ہو اس پر کرائے اور موقع ملنے پر بیمہ کی رقم نہ لے نقصان برداشت کرلے۔کیونکہ بیمہ سود پر مشتمل ہے۔زیادہ سے زیادہ اپنی جمع کرائی ہوئی اصل رقم واپس لے سکتا ہے۔ (بحوالہ مسائل بہشتی زیور حصہ دوم ص ۲۶۵)

بیمہ پالیسی کے متعلق فقیہ العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں ''بیمہ کی جو موجودہ صورتیں رائج ہیں۔وہ شرعی نقطہ نظر سے صحیح نہیں۔بلکہ قمار اور جوا کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں اس لئے اپنے اختیار سے بیمہ کرانا جائز نہیں اور اگر قانونی (حکومت کی طرف سے) مجبوری کی وجہ سے بیمہ کرانا پڑے تو اپنی ادا کردہ رقم سے زیادہ وصول کرنا درست نہیں۔چونکہ بیمہ کا کاروبار درست نہیں اس لئے بیمہ کمپنی

میں ملازمت بھی صحیح نہیں۔(اپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۲۵۵)

بیمہ کمپنی میں بطور ایجنٹ کمیشن لینا:

بیمہ کمپنیوں کا موجودہ نظام سود پر چلتا ہے۔اور سود سے کمیشن لینا کیسا ہوگا اس کی بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔اگر کمیشن لینے والا مسلمان ہے تو اس کے لئے ناجائز اور حرام ہے۔ایک دوسری جگہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے سوالاً پوچھا گیا ہے''بیمہ کیوں حرام ہے جبکہ متوفی کی اولاد کی پرورش کا ذریعہ ہے''تو مولانا مصوفؒ نے یوں جواب دیا کہ۔

''بیمہ کا موجودہ نظام سود پرمبنی ہے اس لئے یہ جائز نہیں اور اسکے پسماندگان کو جو رقم ملے گی وہ بھی حلال نہیں۔(دیکھئے آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۲۵۹)

اس وقت بیمہ کی چار شکلیں زیادہ رائج ہیں جو کہ تمام حرام اور ناجائز ہے ان چار قسم کے علاوہ بھی اگر پائی جائے تب بھی چونکہ اس کی بنیاد سود اور قمار پر مبنی ہے۔اس لئے وہ بھی حرام ہوں گے۔

آیئے ان چار قسموں کو اجمال کے ساتھ ذکر کر کے شرعی نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔

ا......بیمہ دار شخص ایک معین مقدار کی رقم (مثلاً ایک ہزار روپیہ) معینہ مدت مثلاً ایک دو سال بالاقساط ادا کرتا ہے اور کمپنیاں اس کو معینہ منافع سالانہ پیش کرتی ہے۔

۲......یہ رقم کمپنیاں جس کام میں چاہے صرف کر لیتی ہے مثلاً عمارت وغیرہ میں۔یا ناجائز کام میں صرف کر لیتی ہے جیسے سودی لین دین کے معاملات میں۔

۳......بیمہ شدہ شخص اگر معینہ مدت تک بقیہ حیات رہے اور پوری معین رقم بالاقساط رقم اس نے کمپنی کو ادا کر دی زرہ کمپنی سے یکمشت بالاقساط مجموعہ رقم سے زائد زر بیمہ لینے کا حقدار ہو جاتا ہے۔لیکن اگر وہ مقررہ مدت سے پہلے مر جائے۔تو زر بیمہ کا مستحق وہ شخص ہوتا ہے جن کو اس نے نامزد کیا ہو۔

۴......بالغرض اگر بیمہ دار شخص معینہ مدت سے قبل اقساط کی ادائیگی کو بند کر کے عقد بیمہ کو فسخ کرنا چاہے تو جتنی رقم اس نے بالاقساط کمپنی کو ادا کی ہے اس کو وہ رقم واپس نہیں ملے گی۔

مندرجہ بالا''بیمہ زندگی''درج ذیل وجوہ کی بناء پر حرام اور ناجائز ہے۔

پہلی صورت: پہلی صورت میں علت یہ ہے۔کہ اس عقد میں ایک طرف سود پایا جاتا ہے کیونکہ کہ کمپنی اس کو سالانہ معینہ منافع پیش کرتی ہے۔نیز معینہ مدت تک زندہ رہنے اور تمام اقساط ادا کرنے کی صورت میں بیمہ دار شخص اقساط کی مجموعہ رقم سے زائد زر بیمہ لینے کا مستحق ہو جاتا ہے اور کمپنی سے وہ اس کو یک مشت بھی لے سکتا ہے۔اور بالاقساط بھی۔اور یہ سود کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔